افسانے کی تکنیک

ڈاکٹر صفیہ بانو۔اے۔ شیخ

سی۔گراؤنڈ فلور، تاج پلیس، کم بھرواڈا، جمال پور، احمد آباد۔380001، موبائل: 9824320676

انسان نے زمین پر قدم رکھا تب سے اپنی زندگی کے ضروری کاموں کو آسان بنانے کے نئے نئے تجربات کرتا رہا۔ جستجو کے اسی جذبے نے ہر دور میں انسان کو اشرف المخلوقات بنائے رکھا۔ آج کا دور کمپیوٹر کا دور ہے۔ اس دور میں جدید تکنیکوں نے انسان کی روز مرّہ زندگی کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے۔ خط و کتابت کے ذریعے پیغام رسانی میں پہلے اُسے بہت سا وقت ضائع کرنا پڑتا تھا، لیکن آج Cell Phone سے بھی آگے Smart Phone اور Whatsapp کے ذریعے اسی کام کو چند سیکنڈوں میں بخوبی انجام دیا جانے لگا ہے۔ چراغ جلا کر روشنی حاصل کرنے والے انسان نے بجلی پیدا کر کے رات کو بھی دن میں تبدیل کر دیا ہے۔ LED کی تکنیک کے ذریعے بجلی سے کئی گنا سستے داموں میں اپنے منصوبے انجام دے رہا ہے۔ مختصر یہ کہ انسان نے اپنے حاصل کردہ تمام علوم و فنون میں بے شمار نئی نئی تکنیکیں ایجاد کر کے اپنا لوہا منوالیا ہے۔

نئی تکنیکوں کی ایجاد کے معاملے میں زبان و ادب کا شعبہ بھی اچھوتا نہیں رہا ہے۔ شاعروں نے نئی نئی بحریں ایجاد کیں۔ نئی نئی اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی۔ ادیبوں نے بھی نثری فن پاروں میں نئی نئی تکنیکوں کے نئے تجربات کیے ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ تکنیک کی تعریف کے سلسلے میں اختلافات کے باوجود مندرجہ ذیل قابلِ قبول بیانات ملتے ہیں۔

ارسطو:

''تکنیک سے مراد ہے وہ طریقہ جس سے فنکار اپنے موضوع کو پیش کرتا ہے۔''[1]

بقول: اختر حسین اختر:

''Presentation یعنی پیش کش کو دلچسپ، مؤثر، بامقصد اور نتیجہ خیز بنانے کے لیے جو طریق کار اپنایا جائے اسے تکنیک کہتے ہیں۔''

ڈاکٹر عبادت بریلوی:

''تکنیک اور ہیئت کا مسئلہ جمالیات کا مسئلہ ہے۔ جمالیات حسن کا فلسفہ ہے۔ وہ ہر زمانے میں حالات اور واقعات کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ بدلتا ہے۔ جیسے جیسے زندگی میں تغیر آتا ہے، معیار اقدار بدلتے رہتے ہیں، افراد کے مزاج اور طبائع میں تبدیلیاں ہوتی ہیں، ویسے ویسے حسن کے تصورات بھی بدلتے رہتے ہیں۔ تکنیک کے اصول بھی اٹل نہیں۔ ادب اور فن کی مختلف اصناف کی تکنیک ہر دور اور ہر زمانے میں تغیرات کے سانچے میں ڈھلتی رہتی ہے۔ یہ تغیرات حالات و واقعات کی تبدیلیوں سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ جب حالات و واقعات میں انقلاب انگیز تبدیلیاں ہوتی ہیں.....تو یہ تبدیلیاں تکنیک اور فن میں نمایاں ہوتی ہیں۔''[2]

ممتاز شیریں:

''افسانے کی تعمیر میں جس طریقے سے مواد ڈھلتا جاتا ہے، وہی تکنیک ہے۔''[3]

ڈاکٹر فوزیہ اسلم:

''یہ کہنا بجا ہوگا کہ جو چیز تیار ہو کر شکل پذیر ہوتی ہے اور اس کے خام مواد سے شکل پذیر تک جو عمل کام کرتا ہے تو اس پورے میکنزم کو تکنیک کہتے ہیں۔''[4]

تکنیک کو سمجھنے کے لیے اس کی تعریف کے ساتھ ساتھ تکنیک کی اصطلاح بھی ضروری ہے۔ Technique تکنیک لفظ انگریزی زبان کے سبب وجود میں آیا ہے، لیکن انگریزی زبان میں یہ لفظ یونانی زبان سے مستعار لیا ہے۔ یونانی میں یہ لفظ Techniko اور انگریزی میں Technique بنا۔ جب کہ Oxford english (Dictamp) dictionary کے مطابق Technic یعنی

Origin: early 17 th cent. (as an adjective in the sense 'to do with art or an art') from LATIN technicus, from GREEK tekhnikos, from

tekhne' art '.The noun اور dates from the 19 th cent. **Technique**یعنی noun a way of carrying out a particular task , especially the execution or performance of an artistic work or a scientific procedure.

[mass noun] skill or ability in a particular field he has excellent technique. He has excellent technique[in sing]. an established athlete with a very good technique.

a skilful or efficient way of doing or achieving someting tape recording is a good technique for evaluating our on communications

Origin:early 19 cent: from FRENCH, from LATIN, technicus,(see : Technic)

☆Ferozsons english to english and urdu Dictionary Technic (tek -nik) adj, & n.

Pertainnig to art،کسی فن یا ہنر کے متعلق، فنّی، صنعتی، اصول فن، طریق کار، طرز ادا، عام اصول یا نظریات۔'' (ص:۹۶۸)

Technique (tek-nik) n.

Method of performance، طریق کار، طرز تحریر، کاریگری، فنی عمل، آداب فن'' (ص:۹۶۸)

☆Qaumi english-urdu DictionaryTechnic-n

تکنیک، فنیات؛ تکنیکی مہارت (صفت) تکنیکی، فنیاتی۔ (ص:۲۲)

Technique , n

تکنیک، فنّی پہلو، ڈھنگ، اسلوب، لائحۂ عمل، طریق کار، اصول فن، صنعت گری، مہارت، آداب فن، کاریگری، (جیسے : the Technique ofthe poet مہارت کار، تکنیکی مہارت۔'' (ص:۲۲)

☆The standard english urdu dictionary (baba- e-urdu, Dr. abdul haq)

Technic(-k-),a.&n.

(۱)(شاذ) فنی، صنعتی (۲) اصول فن؛ طریق کار؛ طرز ادا (۳) (جمع) فنون صنعت و حرفت وغیرہ کے عام اصول اور نظریات؛ آداب فن، (۴) (جمع؛ فن کی) مصطلحات، اصول وضوابط وغیرہ؛ جزئیات فن۔ (ص:۱۲۸۵)

Technique, (-ek)n.

(۱) (موسیقی، مصوری وغیرہ میں) طرز ادا، طریق کار، اصول فن؛ فن (۲) فنون لطیفہ میں) فنی قابلیت؛ اصول فن سے واقفیت؛ طرز ادا یا طریق کار میں مہارت: کاری گری؛ صنعت گری، (۳) آداب فن۔ (ص:۱۲۸۵)

☆فیروز اللغات

تکنیک: (Technique) (دیکھیے ٹکنیک) (۱) فنون کا نظریہ (۲) ہنرمندی (۳) فنی طریق اظہار (ص:۳۸۰)

ٹکنیک: (Technique) (ٹک۔نیک) (انگ۔ا۔مث) (۱) فنون کا نظریہ (۲) طرز ادا (۳) ہنر مندی، فنی طریق اظہار۔ (ص: ۴۴۳)

اردو ادب میں داستان گوئی سے چل کر کہانی نے افسانوی چولا پہنا وہاں تک اپنی شکل وصورت، اپنا نظم ونسق، اپنی سج دھج میں بے شمار تبدیلیاں کیں۔ ان تبدیلیوں کے لیے اردو کے افسانہ نگاروں نے مختلف تکنیکوں کا استعمال کیا۔ ابتدائی دور کے افسانہ نگار داستان اور کہانی کی طرح Narrative Technique یعنی بیانیہ تکنیک کا استعمال کیا۔

☆بیانیہ تکنیک : Narrative Technique

اس تکنیک میں افسانہ نگار اپنی Wording یعنی کلمہ بندی، اپنا Diction یعنی طرز بیان، اپنا Statement یعنی اظہار بیان، اپنا Interpretation یعنی اپنے خیال کی تعبیر، اپنا Presentation یعنی اپنی پیش کش، اپنا Quotation یعنی ایراد، اپنا Locution یعنی عبارت پردازی، اپنا Averment یعنی اپنا ادعا، اور Display یعنی اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے لیے سیدھی سادی زبان استعمال کرتا ہے۔

مثال: افسانہ نگار رتن سنگھ کا افسانہ 'زندگی زندگی' سے۔

☆(مثال صیغۂ غائب یعنی Third person)

'' حالات کی تلخیاں، کالی دیواریں بن کر اُس کے چاروں طرف کھڑی ہوگئیں اور بدقسمتی کی ناگن نے اُسے پوری طرح جکڑ لیا، تو اُس نے سوچا کہ ان سے نجات پانے کا ایک ہی طریقہ ہے۔

''خودکشی'' ۵

☆(مثال صیغۂ متکلم یعنی First person)

مصنفہ زاہدہ حنا افسانہ 'زیتون کی ایک شاخ' میں لکھتی ہیں:

''میں اکثر سوچتی ہوں کہ آئیڈیل، آدرش۔ خواب، یہ سب کتنے خوبصورت اور دل آویز الفاظ ہیں، لیکن روپیہ جو کہ محض مایا ہے اور ہر عہد میں لعنت قرار دیا گیا ہے، وہی دنیا کی سب سے بڑی حقیقت ہے، خواب پیسے کے بغیر خریدے نہیں جاسکتے، آدرش کی باتیں بھوکے پیٹ اور ننگے تن، زیادہ دونوں تک نہیں چلتیں۔'' [6]

☆مکالمہ تکنیک:Palaver Technique

افسانے کے بعض موضوع ایسے ہوتے ہیں کہ اگر انھیں بیانیہ تکنیک سے پیش کیا جائے تو افسانہ نگار اپنے افسانے کو دلچسپ اور مؤثر بنانے میں ناکام رہتا ہے لہٰذا ایسے موضوعات کو جن میں کرداروں کی صحبت ان کے درمیان، گفتگو کو نمایاں حیثیت حاصل ہو، افسانہ نگار بجائے بیانیہ کے مکالمہ تکنیک کا استعمال کرتا ہے۔ وہ اپنے خیالات کو اپنے کرداروں کے مکالمات کے ذریعے بامحاورہ گفتگو کے انداز میں پیش کرتا ہے۔ اس تکنیک سے کہانی یا افسانے کے کردار قارئین کے ذہنوں میں گھر کر جاتے ہیں۔ کرداروں کے بہترین (ڈائیلاگ) Dialogue بھی انھیں ازبر ہوجاتے ہیں اور وہ اپنے دوستوں کے ساتھ مجلسوں اور محفلوں میں برجستہ استعمال کرتے رہتے ہیں۔

مثال: جدید افسانہ نگار دیپک بدکی کا افسانہ 'اب میں وہاں نہیں رہتا' سے صاحب (مصنف) اور ڈاکیہ کا مکالمہ یہ ہے۔

''بھائی، سچ مانو تو میں تمھیں پہچان ہی نہ پایا۔ تمہاری تو شکل و صورت ہی بدل چکی ہے۔''

''صاحب، کیسے پہچانتے اب تو میں بوڑھا ہوچکا ہوں اور ریٹائر بھی۔ اس سے بھی بڑھ کر میرے گلے میں کینسر ہوچکا تھا جس کے سبب آپریشن کرنا پڑا۔ تب سے میرا حلیہ ہی بگڑ گیا ہے اور پھر وقفہ بھی تو بہت ہوچکا ہے۔ خیر یہ بتایئے کہ آپ کہاں رہتے ہیں آج کل''؟

''بھائی تم سے کیا چھپانا۔ اس سوال کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔ میں کہیں بھی نہیں رہتا۔ خانہ بدوش بن چکا ہوں۔ اپنی زمین جب ٹھکراتی ہے اور مسکن جب کھو جاتا ہے تو آدمی خانہ بدوش ہوجاتا ہے۔ وہ پھر کہیں کا نہیں کہلاتا۔''

''اتنے برسوں کے بعد یہاں آنے کی کیسے سوجھی صاحب؟''

''بس یاد ستانے لگی۔ اپنی جڑوں کی یاد.....! سوچا چلو اپنی جڑوں کی کھوج میں نکل جاؤ، مگر یہاں مایوسی ہاتھ لگی۔ جڑیں تو سب کی سب اُکھڑ چکی ہیں۔'' [7]

☆ڈراما تکنیک:Drama Technique

جب افسانہ نگار کو ایسا موضوع ہاتھ لگتا ہے جس میں کرداروں کی حیثیت اپنی جگہ ہوتی ہے، لیکن کہانی اور افسانے کے وقوع پذیر ہونے کی جگہ یعنی مقام کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ کرداروں کے درمیان ہونے والی گفتگو کو یعنی ان کے درمیان ہونے والے مکالمات کو کہانی یا افسانہ کے وقوع ہونے کی جگہ کے پس منظر میں ڈرامائی انداز میں پیش کرتا ہے۔ یہاں کہانی یا افسانہ کے وقوع ہونے کی جگہ بطور Stage (اسٹیج) افسانہ کا دلکش حصّہ ہوتی ہے۔

مثال: ریسرچ اسکالر سفینہ بیگم (AMU) علی گڑھ کے افسانہ 'چابی والا کھلونا' سے۔

''اسٹیج' یعنی کہانی اور افسانہ کے وقوع پذیر ہونے کی جگہ یا مقام بازار ہے۔''

''حسب معمول اس نے اپنے تھیلے کے سارے کھلونے لکڑی کے تختے پر سجائے اور خود ایک چھوٹے اسٹول پر بیٹھ کر گاہکوں کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر گزرنے کے بعد ایک چھوٹی بچی اپنے ابّا کا ہاتھ تھامے اس کی دکان کے پاس آکر رکی۔

''کہیے صاحب کیا دکھاؤں۔''

''یہ برتنوں کا سیٹ دکھاؤ۔''

''ریاض نے ڈبّے میں موجود چھوٹے چھوٹے برتنوں کا ایک سیٹ ان کو تھما دیا۔''

''ہما بیٹا یہ لو۔''

''اب تم ان کھلونوں میں اچھے اچھے کھانے پکانا اور ابّا کو کھلانا۔''

''لڑکی چند ثانیے تک اس پیکیٹ کو دیکھتی رہی اور پھر اُسے اٹھا کر واپس دکان دار کو دے دیا تو ریاض کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی۔''

''کیا ہوا ہما..! آپ کو پسند نہیں آیا؟ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''پھر تم خود بتاؤ۔ کونسا کھلونا چاہیے؟''

''ہما نے غور سے سارے کھلونوں پر نظر ڈالی اور ڈاکٹر کے سیٹ پر نظر پڑتے ہی اُس نے لپک کر وہ سیٹ اُٹھا لیا۔

''ابا مجھے یہ چاہیے۔''

''ارے بیٹا یہ تو لڑکوں کے کھیلنے کی چیز ہے تم اس کا کیا کروگی؟''

''ابا میں لوگوں کو دوا دیا کروں گی۔'' اُس نے مسکرا کر کہا۔'' [8]

☆خط تکنیک:Letter Technique

جب افسانہ نگار کسی محبّ اور محبوب کے اردگرد کہانی بنتا ہے تو وہ خط نویسی یعنی مراسلہ نگاری کی تکنیک کو اپناتا ہے۔ ایسی کہانیاں جن کو بالغ عمر کے نوجوان لڑکے لڑکیاں دلچسپی سے چوری چھپے پڑھنے پر آمادہ ہوں، اسی تکنیک میں تحریر کی جاتی ہے۔ ان کہانیوں میں انتظار اور فراق، یادیں اور تمنّائیں، آرزو اور اشتیاق، وصل اور فصل جیسے موضوعات دلچسپی کا سامان مہیا کرتے ہیں۔

مثال: عصرِ حاضر کے مشہور افسانہ نگار دیپک بدکی کے تحریر کردہ افسانہ 'ایک خط جو پوسٹ نہ ہوسکا' سے۔

''رگِ سنگ، تیسری منزل

مجنوں کا ٹیلہ، دہلی

۱۸/اگست، ۲۰۰۰ء

جانِ من! خوش رہو!!

بہت دنوں سے تمھیں اپنے دل کا احوال لکھنے کے لیے بے قرار تھا۔ کبھی ہمت جواب دیتی اور کبھی قلم ساتھ دینے سے انکار کرتا۔ آج خیالات کے ہجوم نے ایسے گھیر لیا کہ بچ نکلنا مشکل ہوگیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں سے شروع کروں اور کہاں پر ختم۔ خیر کہیں سے تو اس الجھے ہوئے خیالات...! الجھی ہوئی زندگی....! الجھنیں تو میرے وجود کا اٹوٹ حصہ بن چکی ہیں۔'' ۹

☆روزنامچہ تکنیک: Diary Technique

بعض انسان محتاط ذہن کے مالک ہوتے ہیں ایسے لوگ روزانہ صبح بستر سے اٹھنے سے لے کر رات کو بستر پر جانے تک کے تمام کاموں کی بتدریج تفسیر اپنی کسی بیاض یعنی ڈائری میں لکھتے رہتے ہیں۔ ان کے مرنے کے بعد ان کی ڈائریوں کے ذریعے ہی ان کی زندگی کے وہ پہلو سامنے آتے ہیں جو ان کی حیات میں اوجھل تھے۔ افسانہ نگار جب کسی ایسے کردار کے اردگرد کہانی بنتا ہے تو وہ اس روزنامچہ تکنیک کا استعمال کرتا ہے۔ ایسی کہانیوں میں Suspense اور Thrill یعنی تشویش اور سنسنی کا پایا جانا لازمی ہے۔

مثال: قاضی عبدالغفار صاحب کا لکھا 'روزنامچہ یا مجنوں کی ڈائری' سے۔

''۱۸/فروری ۱۹۲۹ء

''صبح ۵ بجے سویا، دو بجے سہ پہر کو جاگا، رات بھر ناچ دیکھتا رہا تھا اور تھوڑی تھوڑی پیتا بھی رہا تھا۔ یاروں کی محفل میں اگر نہ پیئے تو عیش گونگا، بہرا، لنگڑا، اپاہج ہو جاتا ہے!....(الآخر) ۱۰(الف)

''۲۵/فروری ۱۹۲۹ء

''میر صاحب کو لیلیٰ کے گھر بھیجا تھا۔ میں نے کہا ذرا خبر تو لائیں کہ رنگ کیا ہیں کتنے کتنے پانی میں ہیں، منزل دور ہے یا قریب! کتنا دوڑائیں گی، اور تھکائیں گی.........(الآخر)'' ۱۰(ب)

☆سائنسی تکنیک: Scientific Technique

پہلے بھی مجرد کہانیاں لکھی جاتی تھیں، لیکن موجودہ دور میں سائنسی اصولوں کو مدنظر رکھ کر کئی قسم کے تجرباتی افسانے لکھے جانے لگے ہیں۔ جیسے علامتی افسانے۔ اس قسم کے افسانے اور کہانیوں میں افسانہ نگار اپنے احساسات، خیالات اور تجربات کو بلا کسی خوف کے پیش کر دیتا ہے۔ وہ کہانی یا افسانے کے مرکزی خیال کو سمجھنے کا کام قارئین کے سپرد کر دیتا ہے پھر قارئین اپنی صلاحیت، اپنی مراد و منشا، اپنی پسند ناپسند، ذوق و مذاق، اپنی رغبت اور طبعی میلان کے مطابق اُسے مختلف انداز میں اخذ کرتے ہیں۔

مثال: انور قمر اردو افسانہ نگار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ ان کا ایک افسانہ 'ہاتھیوں کی قطار' Ecoterrorism کے تناظر میں لکھا گیا ہے۔ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''گزشتہ دس سالوں میں بیرام جی محسوس کر رہے تھے کہ ان کے کھیل اور تفریح کے میدان، وہ بنگلے، وہ پہاڑیاں، وہ بل کھاتی سڑکیں رفتہ رفتہ غائب ہوتی جارہی ہیں اور ان کی جگہ دیو پیکر، آہنی سنگلاخ کی سیدھی اور سپاٹ عمارتیں کھڑی ہوتی جارہی ہیں۔ رفتہ رفتہ قدرتی حسن پامال ہو رہا ہے۔ اب نہ تو سبزہ ہے نہ درخت، نہ پھول ہیں نہ پتے، نہ چڑیاں ہیں نہ گلہریاں، نہ تتلیاں ہیں نہ بھنورے، نہ گرگٹ ہیں نہ ٹڈے، کچھ بھی تو نظر نہیں آتا! او گاڈ، وہ سب کہاں گئے؟ کیا ہوئے؟ انھیں زمیں کھا گئی یا آسمان نگل گیا؟ کئی دنوں تک وہ بڑے فکر مند رہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیوں ہو رہا ہے؟ کیسے ہو رہا ہے؟ کتنا ہو چکا ہے؟ اور کتنا ہونا باقی ہے؟ اس کی کوئی انتہا بھی ہے؟ اس کا کوئی خاتمہ بھی ہے؟ یا یہ اسٹیل اور سیمنٹ کا جنگل جو ہر لمحہ اور ہر پل اپنے پھیلاؤ میں بڑھتا ہی جارہا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان کی ہر سانس کا احاطہ کر لے اور اس کا جینا دوبھر کر دے یہ تو اس کے ذہن، قلب اور روح پر ظلم کا پہاڑ بن کر ٹوٹ رہا ہے؟ مجھے اس کی مخالفت کرنی ہی پڑے گی۔'' ۱۱

حواشی:

۱۔ ارسطو: بوطیقا (اردو ترجمہ) عزیز احمد، اردو اکادمی لاہور، ۱۹۶۵ء بحوالہ: اردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات از ڈاکٹر فوزیہ اسلم، حوالہ نمبر: ۱۳، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۲۰۰۹ء ص: ۱۵

۲۔ ناولٹ کی تکنیک از ڈاکٹر عبادت بریلوی ،مشمولہ: نقوش، کراچی، شمارہ نمبر ۱۹، ۲۰، اپریل ۱۹۵۲ء

بحوالہ: بحوالہ: اردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات از ڈاکٹر فوزیہ اسلم، حوالہ نمبر: ۲۳، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۲۰۰۹ء ص: ۱۷

۳۔ ممتاز شیریں ''معیار'' نیا ادارہ لاہور طبع اوّل ۱۹۶۳ء

بحوالہ: اردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات از ڈاکٹر فوزیہ اسلم، حوالہ نمبر: ۲۱، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۲۰۰۹ء ص: ۱۶

۴۔ اردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات از ڈاکٹر فوزیہ اسلم ص: ۱۶

۵۔ افسانہ: زندگی از رتن سنگھ، مشمولہ: ایوان اردو نئی دہلی، جلد ۳۱، شمارہ ۴، اگست ۲۰۱۷ء

۶۔ افسانہ: زیتون کی ایک شاخ از زاہدہ حنا، ص: ۱۰۲

بحوالہ: معاصر اردو افسانہ اور وژن از قدوس جاوید، مشمولہ: فکر و تحقیق سہ ماہی، نئی دہلی جلد ۲۰، شمارہ ۳، جولائی اگست ۲۰۱۷ء

۷۔ افسانہ: اب میں وہاں نہیں رہتا از دیپک بدکی مشمولہ: سہ ماہی رسالہ انتساب (دیپک بدکی نمبر) جلد ۴، شمارہ ۳، جولائی تا ستمبر، ۲۰۱۶ء، ص: ۳۲۸ سے ۳۲۹

۸۔ افسانہ: چابی والا کھلونا از سفینہ بیگم، مشمولہ: ماہنامہ انشاء کلکتہ، جلد ۳۲، شمورہ ۵، ۶، مئی جون ۲۰۱۷ء

۹۔ افسانہ: ایک خط جو پوسٹ نہ ہو سکا: چنار کے پنجے (افسانوی مجموعہ) از دیپک بدکی، ص: ۱۴۲

۱۰۔الف: روزنامچہ یا مجنوں کی ڈائری از قاضی عبدالغفار صاحب مصنف لیلیٰ کے خطوط، ص: ۱۵

۱۰۔ب: روزنامچہ یا مجنوں کی ڈائری از قاضی عبدالغفار صاحب مصنف لیلیٰ کے خطوط، ص: ۱۶ سے ۱۷

۱۱۔ جادوگر (انور قمر کے منتخب افسانے) تکمیل پبلی کیشنز، ممبئی نومبر ۲۰۱۵ء ص: ۶۰ سے ۶۱

بحوالہ: اردو ادب میں سائنس کی شمولیت از توصیف خان، مشمولہ: ماہنامہ اردو دنیا نئی دہلی، جلد ۱۹، شمارہ ۵ مئی ۲۰۱۷ء

◆◆◆

آثارالصنادید

اردو اکادمی، دہلی نے سرسید احمد خاں کی لافانی تصنیف ''آثارالصنادید'' کا اصل متن نامور محقق ڈاکٹر تنویر احمد علوی کے مبسوط مقدمہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔

سرسید احمد خاں کی لافانی تصنیف ''آثارالصنادید'' تاریخ سے سرسید کے علمی، تحقیقی و ثقافتی دلچسپی کا نقشِ آغاز ہے۔ اس میں انھوں نے دلّی کے آثارِ قدیمہ اور تاریخی عمارات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔

ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے اپنے مقدمہ میں سرسید احمد خاں کے حالاتِ زندگی کے ساتھ ان عوامل کا بھی ذکر کیا ہے جنھوں نے سرسیّد کو یہ کتاب تیار کرنے پر آمادہ کیا نیز فنِ تعمیر پر بھی تحقیقی انداز میں اپنے قلم کے جوہر دکھائے ہیں۔

دہلی کے آثارِ قدیمہ سے دلچسپی رکھنے والوں نیز تاریخ و تحقیق کے طالب علموں کے لیے اردو اکادمی، دہلی کا ایک نایاب تحفہ۔

صفحات: ۷۴۸، (دوسرا ایڈیشن) قیمت: ۲۴۰/روپے

ناشر: اردو اکادمی، دہلی